حقیقتِ عید — **مرسلہ حضرت مولانا محمد صاحب انوری لائل پور**

عیدِ مسلم

از افاداتِ عالیہ حضرت شیخ الاسلام سید المحدثین مولانا سید محمد انور شاہ صاحبؒ
(المتوفی صفر سنہ ۱۳۵۲ھ - مئی سنہ ۱۹۳۳ء)

علامہ جوہری طنطاوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں۔ کہ "حامد کی حمد اسکے علم کے اعتبار سے ہوتی ہے۔" اب اندازہ لگائیے کہ رب العالمین نے بھی قرآنِ عزیز میں اپنی حمد مختلف عنوانات سے فرمائی ہے۔ مخلوق کو تو اسکا تصور بھی نہیں ہو سکتا۔ ایک پیغمبر برحق حمد خدا کر سکتا ہے ایک امتی بھلا کیا مقابلہ کرے گا۔ جو علوم صحابہؓ کو عطا فرمائے گئے تھے اس لئے کہ وہ تو اذکیاءِ امت تھے جنکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شاگردی کیلئے منتخب فرمایا گیا۔ اگر وہ حمد باری عز اسمہٗ بیان کرینگے۔ تو انہی کی شانِ رفیع کے شایاں ہوگی۔ اسی طرح دیکھتے جائیے اب ہم تو سمجھے ہوئے ہیں۔ کہ عید کا دن ایک افضل دن ہے۔ سارے شہر کو باہر کھلے میدان میں نکل کر شکر کے دو نفل ادا کرنے چاہئیں۔ لیکن حجۃ الاسلام علامہ سیدنا حضرت محمد انور شاہ صاحب فرماتے ہیں۔ کہ عیدِ مسلم تبلیغ کا دن ہے۔ ولتکبروا اللہ علی ما ھداکم ولعلکم تشکرون۔ یہ تکبیرات تشریق بھی اسکی کبریائی کی تبلیغ ہے۔ ہر شخص جو تکبیر کہتا ہے۔ اسکی کبریائی کی تبلیغ کرتا ہے۔ حتی کہ ابو جعفر فرماتے ہیں۔ کہ عوام اگر جوق در جوق بازاروں میں تکبیرات کہتے پھریں تو منع نہ کرنا چاہئے۔ کہ عوام میں ترغیب ہوتی ہے۔ یہ حضرت شاہ صاحب کا مضمون اسلام کے تمام شعبوں کو حاوی ہے۔ جتنا جتنا غور کرتے جائیں گے آپ پر منکشف ہوتا جائے گا۔ فروع، عقائد، تاریخ، سیر، احکام سبھی پر بصیرت افروز، مبصرانہ اور ناقدانہ تحقیقی بحث فرمائی ہے۔ ضرورت ہے کہ ایسے مضامین کی تلاش کر کے خوب اشاعت کی جائے کہ یہ تبرک حضرت شاہ صاحب کے قلم سے نکلا ہے۔ ایک حضرت شاہ صاحب کی تحریر مہاجر دیوبند سنہ ۲۳ء میں الصوم لی وانا اجزی بہ پر شائع ہوئی تھی۔ افسوس کہ ہمارے پاس محفوظ تھی لیکن سنہ ۴۷ء کے خونی ہنگامہ

میں جب ہم رائفلوں کے سائے میں نکالے گئے تو احقر کی کتابوں کے ساتھ ہی رائے کوٹ ضلع لدھیانہ رہ گئی۔ حضرت کی سیرت پاک بھی لکھی ہوئی غیر مطبوعہ تھی۔ بہت سے خطوط مولانا سلیمان برادر خورد حضرت شاہ صاحب کے تھے۔ اب اس تبرک الندری کی اشاعت کی سعادت الحق میں حاصل کر رہے ہیں۔ کہ اس کا افادہ عام ہو جائے شاید کہ ہمارے لئے ذخیرہ عقبیٰ ثابت ہو۔ آمین۔

حبیب عفا اللہ عنہ

عید خوشی اور مسرت کا نام ہے۔ اور اہل دنیا کے نزدیک ہر قسم کا سرور و انبساط اور ہر طرح کی فرحت و ابتہاج عید کے مترادف ہے۔ لیکن شریعت مقدسہ اور ملت بیضاء کی نظر میں عید اس مسرت و خوشی کو کہتے ہیں۔ جو نعمائے ربانی اور کرمہائے الٰہی کے شکر اور اس کے فضل وجود پر ادائے نیاز کیلئے کی جاتی ہے۔ دنیا خود فانی ہے اور اس کے تمام باغ و بہار فانی۔ پھر اس پر کیا مسرت و انبساط جس سرور کے بعد غم ہو اور جس خوشی کے بعد رنج ہو تو ایسے سرور و خوشی کو عید کہنا ہی غلط ہے اس لئے قرآن عزیز نے ارشاد فرمایا ہے، لَا تَفْرَحْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِيْنَ ۔عید کی حقیقت اصلیہ اور اس کا صحیح مفہوم اس دائمی سرور اور ابدی و سرمدی مسرت میں مضمر ہے جسکی نسبت اور جس کا تعلق خود ذات احدیت اور بارگاہ صمدیت سے وابستہ ہے۔ منعم حقیقی کا انعام ابدی ہے۔ اور اس کا فضل و احسان سرمدی لہٰذا اس پر مسرت و فرحت اور خوشی و انبساط بجا اور ایسی عید کو عید کہنا صحیح اور درست ہے۔ اسی کو رب العالمین نے معجزانہ انداز میں اس طرح فرمایا ہے، قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا ۔یعنی خوشی و مسرت در حقیقت خدائے قدوس کی رحمت اور اس کے فضل ہی پر کرنا چاہیے۔

عید الٰہی

حقیقت بین نظریں اور پراز معرفت نگاہیں اس حکمت ربانی سے بے خبر نہیں ہیں کہ عالم تشریعی کی اساس کہ جس کو عالم اوامر و نواہی کہنا بہتر ہے۔ بہت عالم تکوینی کے مظاہر و شواہد پر قائم کی گئی ہے۔ تاکہ عالم تکلیف میں اعمال و افعال کیلئے نظائر و امثال قائم ہو سکیں اور جن و انسان کو مرضیات باری اور غیر مرضیات پر کاربند ہونے میں آسانی ہو سکے اسی اصل کے ماتحت اور اسی اساس کے زیر عنوان عید بھی ہے۔

عالم تکوین کی ابتداء اور اس کے منصۂ شہود میں آنے کے متعلق قرآن عزیز نے جو رہنمائی کی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خدائے قدوس نے عالم انسانی کو درجہ بدرجہ ترقی کرنے اور تاریخ کو ملحوظ رکھنے کی ہدایت و تعلیم دینے کیلئے ہمارے فہم کے مطابق اس طرح فرمایا کہ ہم نے ارض و سماوات اور کائنات عالم کو چھ روز میں پیدا کیا۔ اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى

علے العرش ۔ اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے۔ کہ ہفتہ کی موجودہ نوعیت اور اسکی طرح روز شماری بھی اسی تکوینِ عالم سے اخذ کی گئی ـــ چند روز عالم کی تخلیق میں صرف کرنے کے بعد اس کے سالگرہ منانے اور خوشی کا اظہار کرنے کے لئے رب العزت نے ساتواں روز عید اور تعطیل کا مقرر فرمایا اور ان کو ان اعجازی کلمات میں ارشاد فرمایا ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ ۔

استویٰ علی العرش کی مقامی توجیہ

اس جگہ یہ خیال پیدا ہونا قدرتی امر ہے کہ استویٰ علی العرش سے کیا مراد ہے اور اس کے معنیٰ کیا ہیں۔ اس کے متعلق تفصیلی معلومات کیلئے محققین کی تفاسیر کی طرف مراجعت ضروری ہے۔ کیونکہ یہ انہیں امورِ متشابہات میں سے ہے جن کے متعلق سلف صالحین کا صاف اور سادہ عقیدہ یہ رہا ہے۔ کہ اَلْاِسْتِوَاءُ مَعْلُوْمٌ وَالْکَیْفِیَّۃُ مَجْھُوْلَۃٌ ۔ یعنی نفس مسئلہ تو ہم کو معلوم ہے لیکن اسکی حقیقت اور کیفیت ہم سے پوشیدہ اور نامعلوم ہے۔ لیکن علمائے متاخرین کی جائز اور حدودِ شرعی کے ماتحت صحیح توجیہات واقوال کی طرف اگر نظر کی جائے جو انہوں نے قلوبِ عامہ کے وساوس اور ملحدین و فلاسفہ کے زیغ کو دیکھ کر کی ہیں تو اس مسئلہ میں ان کے اقوال بہت زیادہ پائے جاتے ہیں۔ اور انہوں نے اس معجز کلمہ کی تحقیقات کے مطابق بہت زیادہ کاوش سے کام لیا ہے اور اپنی اپنی استعداد و عقلِ سلیم کے مطابق بہت کچھ جدوجہد کی ہے۔ مناسب مقام اسکے معنیٰ یوں سمجھنے چاہئیں کہ رب العالمین نے جب ارض و سماوات کو چھ روز میں پیدا کر دیا تو پھر اس نے ساتویں روز اس طرح عید منائی کہ اس نے تمام کائنات پر اپنی قدرتِ عامہ اور شاہنشاہیت کے استیلاء و غلبہ کا اظہار فرمایا اور تمام عالم اسکے حیطۂ اقتدار میں محیط ہو گیا۔ کیونکہ عرش پر اس کا استیلاء اور غلبہ جو کہ حد تمام ارض و سماوات کو حاوی ہے۔ اسکی لامحدود قوت و سطوت کا اظہار کرتا ہے ـــ

ایک حدیثی نکتہ

تخلیق عالم اور عید الٰہی کی اس آیت کے بارہ میں بعض محققین سخت تردد میں پڑ گئے ہیں جس کا مبنیٰ یہ ہے کہ قرآنِ عزیز نے تخلیق ارض و سمٰوات مدت ستۃ ایام چھ روز قرار دی ہے۔ اور صحاح کی بعض روایات میں ہے کہ خدائے قدوس نے حضرت آدم علیہ السلام کو جمعہ کے روز پیدا کیا۔ پس اگر تخلیق عالم کی ابتداء ہفتہ کے روز سے مانی جائے تو پھر پورا ہفتہ تخلیق ہی میں محیط ہو جاتا ہے۔ اور تعطیل استواء علی العرش کے لئے کوئی دن باقی نہیں رہتا۔ لہٰذا کوئی صورت ایسی سمجھ میں نہیں آتی کہ حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق جمعہ کے روز مان کر ستۃ ایام کو صحیح باقی رکھا جا سکے اور استواء کیلئے ایک روز فاضل نکالا جا سکے۔ اس اشکال کے پیدا ہو جانے

کی وجہ صرف یہ ہے کہ ان محدثین و محققین نے حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کی حدیث میں جو جمعہ کا دن ہے۔ اس کو اپنے خیال میں اسی سلسلہ میں منسلک سمجھ لیا ہے جسمیں کہ تخلیق ارض و سماوات ہوئی ہے۔ حالانکہ اصل واقعہ یہ ہے۔ کہ آدم علیہ السلام کی تخلیق اگرچہ جمعہ کے روز ہی ہوئی ہے۔ لیکن یہ جمعہ وہ جمعہ نہ تھا جو ستہ ایام کے تذکرہ کے بعد آتا تھا۔ بلکہ ایک عرصہ مدیدہ کے بعد حق تعالیٰ نے کسی ایک جمعہ میں آدم علیہ السلام کو پیدا کیا۔ اور تخلیق ارض و سماوات کے متصل جو جمعہ آتا تھا وہی درحقیقت استواء علی العرش اور عید الٰہی کا روز ہے۔ جن حضرات کی نظر احادیث کے ذخیرہ کی طرف کافی اور دقیق ہے۔ ان کیلئے ہماری یہ توجیہ اصل حقیقت کی نقاب کشائی کیلئے کافی و وافی ہے۔

یوم سبت کی تحقیق

اس ہی اشکال کے سلسلہ کی ایک کڑی یوم سبت کی تعیین و تحقیق ہے۔ تورات سے معلوم ہوتا ہے کہ یوم السبت ہفتہ کا نام ہے اور نصاریٰ کے عقیدہ میں یوم السبت اتوار ہے۔ اور چونکہ عبرانی زبان میں سبت کے معنی تعطیل کے آتے ہیں۔ اس لیئے خود علماء اسلام کو بھی اسکی تعیین میں مشکلات پیش آئی ہیں۔ اس لئے کہ مسلمانوں کے عقیدہ میں تو تعطیل کا دن جمعہ ہے۔ حافظ ابن تیمیہؒ جیسے محدث و محقق بھی اس مسئلہ میں متردد ہیں۔ اور وہ بھی اسی کے قائل ہوگئے ہیں۔ کہ یوم السبت ہفتہ کے ہی دن کا نام ہے۔ اس اشکال کو اس سے اور بھی زیادہ تقویت ہو جاتی ہے۔ کہ خود عربی زبان میں یوم السبت ہفتہ کے روز کو کہتے ہیں۔

لیکن ان کی نظر شاید اس پر نہیں گئی کہ اہل عرب کے دور جہالت میں دنوں کے نام یہ نہ تھے جو کہ اب ان کے یہاں مستعمل ہیں۔ کتب تاریخ میں ان کا ذکر موجود ہے۔ موجودہ نام دراصل یہود کے ایجاد کردہ ہیں۔ اور وہی اس کے واضع ہیں۔ چنانچہ کتب تاریخ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اہل عرب جمعہ کو عروبہ کہتے تھے۔ عروبہ عبرانی کا لفظ ہے جس کا مفہوم وہی ہے جو ہماری زبان میں عرفہ کا ہے۔ اردو زبان میں عرفہ ہر اسلامی تہوار سے ایک روز قبل کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ بعینہ یہی مفہوم یہود عروبہ کا سمجھتے تھے۔ اور چونکہ وہ ہفتہ کے دن کو یوم تعطیل مانتے تھے۔ اس لئے جمعہ کو عروبہ کہا کرتے تھے۔ عروبہ کے استعمال نے مسلمانوں میں بھی رواج پایا اور اس کو اس قدر وسعت ہوئی کہ بعض احادیث میں بھی یہ لفظ پایا جاتا ہے۔ بہرحال جبکہ ہفتہ کے موجودہ نام یہود سے لئے گئے ہیں تو لازمی تھا کہ وہ سبت ہفتہ کے دن کو مانیں اور اتوار کو اسی لئے انہوں نے یوم الاحد یعنی پہلا روز مانا۔ یہی استعمال اور محاورہ علمائے اسلام کیلئے بھی اس کا باعث بنا کہ انہوں نے

سنیچر کو ہی یوم السبت قرار دیا اور جمعہ کی فضیلت کو صرف عہد اسلامی ہی سے شروع سمجھا لیکن ہمارے نزدیک یہ قول صحیح نہیں ہے۔ اور خلاف تحقیق ہے۔ اس لئے کہ مسند امام شافعیؒ کی روایت میں مذکور ہے۔ کہ استوار علی العرش جمعہ کے روز ہوا ہے۔ اور مسلم کی روایت میں تصریح ہے کہ تخلیق عالم کی ابتدار ہفتہ کے روز یعنی سنیچر کے دن سے ہوئی ہے۔ لہٰذا ان دونوں روایتوں کی بنار پر ہم کو ماننا پڑتا ہے کہ جب تعطیل کا دن جمعہ کا دن تھا اور آغاز تخلیق سنیچر یعنی ہفتہ کو ہوئی تو یقیناً اور بلاشک وشبہ یوم السبت جمعہ ہی کا نام ہے۔ اتوار یا ہفتہ کو سبت کہنا کسی طرح درست نہیں ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ جمعہ کا شرف عہد اسلامی ہی سے نہیں ہے۔ بلکہ آغاز تخلیق عالم سے ہی وہ مشرف و معزز ہو رہا ہے۔ کیونکہ اس دن ہی رب العٰلمین کے استوار علی العرش کی عید تھی۔

انتخاب جمعہ کی حدیث معہ توجیہات

البتہ اس شرف سے مشرف ہونے اور اس بزرگ دن کی عظمت حاصل کرنے میں امت مرحومہ کا بھی نصیب زبردست تھا۔ اور ان ہی کی قسمت یاور تھی جو ان کو اس دن عید منانے کی ہدایت ہوئی۔ چنانچہ صحاح کی حدیث میں آیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے پسند فرمایا ہمارے لئے جمعہ کے دن کو اور ٹال دیا اس کو دوسری امتوں سے پس نصاریٰ نے اتوار اور یہود نے ہفتہ کو پسند کیا اور اس کو تعطیل کا دن دیا۔

اس حدیث میں اس شک کو زائل کرنے کیلئے کہ رب العالمین نے کیوں دوسری امم کو اس شرف سے محروم رکھا۔ محدثین نے دو توجیہات کی ہیں۔ بعض نے یہ کہا ہے۔ کہ دراصل انتخاب یوم تعطیل و یوم عید حق تعالیٰ نے اجتہاد پر رکھا تھا۔ پس امم سابقہ کا اجتہاد اس برکت کو نہ پا سکا جبکہ امت محمدیہ نے حاصل کر لیا۔ اور بعض محدثین یہ فرماتے ہیں۔ کہ اول تمام امم پر جمعہ کا دن ہی پیش کیا گیا تھا۔ لیکن بنی اسرائیل نے اپنی مصلحتوں اور طبعی رغبتوں کی بنا پر اس دن کو پسند نہ کیا اور اپنے زمانہ کے انبیار علیہم السلام کو اس بارہ میں تنگ کیا کہ وہ خدا کو کہہ کر اس دن کو یوم تعطیل نہ رہنے دیں۔ اس لئے وہ اس جنگ وجدل کی بنا پر اس نعمت سے محروم کر دئیے گئے اور بالآخر امت مرحومہ کے حصہ ہی میں یہ شرف آنا تھا سو آ گیا۔ اور جمعہ کا دن ان کے ہفتہ کی عید قرار پایا۔ ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔ خدائے برتر کا فضل اور اس کا احسان ہے۔ بطفیل خاتم الانبیار صلی اللہ علیہ وسلم آج تک اسلام میں ہفتہ عید نہایت شان و شوکت سے منایا جاتا ہے۔ اور عید الٰہی کے باغ اور اسکی بارگاہ میں ہر ایک مسلمان اس کی شرکت کو اپنے لئے فریضہ ربانی سمجھتا اور سعادت دارین کا وسیلہ جانتا ہے۔

ایام ربانی کی تحدید

یہاں یہ بات بھی ذکر کر دینا دلچسپی سے خالی نہیں ہے کہ آیت قرآنی میں جو ستۃ ایام کا ذکر کیا ہے۔ آیا ان ایام کی مقدار ایام معمولہ ہی کے موافق تھی یا اس سے زائد ـــ؟ یہ ایک سوال ہے جس کے متعلق محدثین و صوفیائے کرام دونوں نے قلم اٹھائے ہیں۔ اور خوب بحثیں کی ہیں۔ اہل عقل و دانش کے نزدیک یہ چیز حیرت انگیز نہیں ہے۔ اسلئے کہ وہ درگاہ صمدیت و بارگاہ احدیت تو حقیقتاً زمانہ اور اس کی مقدار سے وراء الوراء ہے۔ اور اس جگہ تو زمانہ کا تخیل بھی نسیاً منسیا ہے۔ کیونکہ زمانہ تو مقدار حرکت کا نام ہے اور حرکت سکون کی نسبت انہیں اجرام و اجسام کی طرف کی جا سکتی ہے۔ جو ان کا محتاج ہو لیکن خالق حرکت و سکون اور مکوّن زمانہ اور زمانیات کو ان فانی اور ناقص اشیاء سے کیا سروکار تعالیٰ اللہ علواً کبیرا۔ لہٰذا قرآن عزیز میں جو اس مقام پر ایام کا کلمہ استعمال کیا گیا ہے وہ صرف ہماری عقول ناقصہ اور فہوم کاسدہ کی تفہیم کیلئے ہے۔ اسی لئے اسکی نوعیت پر بحثیں پیدا ہو گئی ہیں۔ بعض محققین و محدثین کا خیال ہے کہ یہ ایام ایام معمولہ ہی کی طرح تھے نہ زیادہ اور نہ کم اور بعض یہ فرماتے ہیں۔ کہ ان ایام میں ہر دن ایک ہزار سال کی مقدار رکھتا تھا۔ شیخ اکبرؒ نے بھی اسماء حسنیٰ کے ماتحت ایام کی کچھ تحدید فرمائی۔ چنانچہ اس موقعہ پر لکھتے ہیں کہ یوم ربوبی ایک ہزار سال کے برابر ہوتا ہے۔ وان یوماً عند ربک کالف سنۃ مما تعدّون۔

یوم ربوبی کا ایک نکتہ لطیف

اسی لئے بعض علماء اور صوفیاء کا یہ خیال ہے کہ دنیائے انسانی کی عمر سات ہزار سال کی ہے۔ کیونکہ سات ہی روز اسکی تخلیق اور اس پر عمل کے گزرے ہیں۔ اور اولوالعزم انبیاء علیہم السلام کے ادیان ترقی پذیر کا عہد مبارک ہزار ہزار سال کا ہوتا آیا ہے۔ چنانچہ ساتویں ہزار کی ابتداء میں خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے اور ان کے مذہب میں اعلیٰ اور بے نظیر ترقی بھی ایک ہزار سال رہی اور اس کے بعد اس میں انحطاط شروع ہو گیا جسکی انتہا وجود قیامت پر ہو گی اور یہ سب کرشمے ایام ربوبیت ہی کے ہیں ـــ یہی وجہ ہے۔ کہ یہود و نصاریٰ اب تک اس کے منتظر ہیں۔ کہ نبی آخر الزمان ساتویں ہزار میں آئے گا اور اس پر ایمان لائیں گے۔ لیکن چونکہ بائبل کے کل نسخہ کے بارے میں یہود و نصاریٰ کو اختلاف ہے۔ اس لئے وہ اس صحیح حساب کی تشخیص نہ کر سکے اور نبی آخر الزمان پر ایمان نہ لائے۔

بائبل کے نسخوں میں قدیم زمانہ کے یونانی نسخہ پر اعتماد تھا۔ لیکن جب اس کا حساب صحیح نہ اترا تو اس کے ساقط کر کے عبرانی نسخہ کو ترجیح دی۔ لیکن افسوس کہ وہ بھی صحیح رہنمائی نہ کر سکا۔ اور یہ قوم اس بارہ میں خاسر ہی رہی ـــ

بنی اسرائیل کی عید یوم عاشورہ

ایک ہفتہ کی عید کے علاوہ ادیان سماویہ میں سالانہ عید منانے کا بھی دستور قدیم سے قائم ہے۔ اور ہر عید کسی خاص حکمت پر مبنی ہے۔ اور کسی نہ کسی رحمت و فضلِ الٰہی کے ادائے تشکر میں اس کا راز مضمر ہے۔ اور ہمیشہ اس کا وجود بندگانِ خدا کے لئے سعادت دارین کا وسیلہ بنتا رہا ہے۔ تاریخ کے اوراق اس حقیقت ثابتہ کا آج تک اعلان کر رہے ہیں۔ کہ ایک زمانہ وہ بھی تھا کہ صدیوں تک قبطیوں کے ہاتھوں مظلوم بنی اسرائیل طوق و سلاسل اور غلامی میں گرفتار رہے اور فراعنہ مصر کی تمام ذلتوں اور رسوائیوں کو جبراً و قہراً سہا کئے۔ لیکن ظلم و عدوان اور غرور و نخوت کا مظاہرہ ہمیشہ قائم نہیں رہتا اور انانیت و کبر ہمیشہ باقی نہ رہ سکا۔ چنانچہ بنی اسرائیل کیلئے بھی فطرت نے وہ وقت مہیا کر دیا کہ جس میں ان کی خواریوں اور ذلتوں کا خاتمہ ہوا۔ اور غلامی کی لعنت سے ان کو ہمیشہ کیلئے نجات ملی۔ اور بحر قلزم کی موجوں نے اس ہیبت ناک مظاہرہ کا منٹوں میں اس طرح خاتمہ کر دیا کہ عبد صالح موسیٰ علیہ السلام مع اپنی قوم کے تشرین اولیٰ میں قلزم سے پار ہو گئے اور خدائی کا جھوٹا مدعی فرعون اپنی فرعونیت کے لشکر سمیت قلزم کی تہ میں فنا ہو گیا۔ انعامِ خداوندی کا یہی کرشمہ تھا جو بنی اسرائیل پر اس طرح جلوہ نما ہوا اور اس ہی کی بارگاہ کے لئے یوم عاشورہ کی عید ان کے مذہبی رسوم میں داخل کی گئی تاکہ اس دن میں روزہ رکھ کر بنی اسرائیل نیاز مندی کے ساتھ ادائے شکر کا اظہار کریں۔ اور اس روز مسرت و شادمانی کے ساتھ خدائے قدوس کے دربار میں سر نیاز جھکائیں۔

عاشورہ کی تحقیق اور ایک حدیث کی توضیح

لیکن اس مقام پر خود بخود اہل علم کے دل میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ تشرین اولیٰ یہود کے مقرر کردہ مہینوں میں سال کا پہلا مہینہ ہے جو شمسی نظام پر قائم کئے گئے ہیں۔ لہٰذا اس کا تطابق ماہ محرم الحرام سے جو قمری حساب کے مہینوں میں سال کا پہلا مہینہ ہو سکتا ہے۔ کسی طرح نہیں ہو سکتا۔ پھر ہمارے یہاں ۱۰ محرم الحرام کو عاشورہ کا ہونا کس طرح صحیح ہو سکتا ہے ـــــــ

دوسرا امر یہ بھی قابل لحاظ ہے کہ معجم طبرانی کی حدیث میں آیا ہے۔ کہ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم جس روز ہجرت کر کے مدینہ طیبہ میں داخل ہوئے ہیں۔ اس دن یہود عاشورہ کی عید منا رہے تھے اور روزہ دار تھے۔ آپ نے ارشاد فرمایا! ہم یہود سے زیادہ مستحق ہیں۔ کہ حضرت موسیٰؑ اور ان کی قوم کی رستگاری پر خوشی کریں اور شکر الٰہی بجا لائیں۔ لہٰذا تم میں سے جس شخص نے ابھی کھایا پیا نہ ہو وہ روزہ رکھ لے اور جو کھا پی چکے ہیں وہ اس وقت سے روزہ داروں کی طرح کھانے پینے سے باز رہیں حالانکہ

یہ امر محقق ہے۔ کہ مدینہ طیبہ میں داخلہ ربیع الاوّل میں ہوا ہے۔ تو پھر کس طرح یوم عاشورہ ۱۰ محرم الحرام کو صحیح ہو سکتا ہے ـــــ لیکن کتب تاریخ پر نظر رکھنے والے اصحاب کو اس اشکال کے حل کرنے میں چنداں دشواری نہیں ہے۔ اس لئے کہ تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہود کی مدینہ میں دو قسم کی جماعت تھیں۔ ایک جماعت اپنے مہینوں کا حساب نظام شمسی ہی کے ماتحت رکھتی تھی۔ اور عاشورہ کو اسی اصول پر مناتی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ ربیع الاوّل میں جو عاشورہ کی تاریخیں اس مرتبہ آکر پڑیں، وہ اسی نظام کے ماتحت تھیں۔ دوسری جماعت وہ تھی جس نے یہ دیکھ کر کہ مسلمان قمری حساب سے اپنا نظام قائم کرتے ہیں۔ اور محرم الحرام کو سال کا پہلا مہینہ قرار دیتے ہیں۔ اس لئے وہ مسلمانوں سے توافق پیدا کرنے کیلئے اپنی عید عاشورہ کو تشرین اول سے منتقل کر کے محرم الحرام کی ۱۰ تاریخ میں لے آئے۔ پھر یہی طریقہ جاری ہو گیا۔ تیسری جماعت یہود کی اور بھی تھی جو اپنے نظام پر عاشورہ مناتی تھی۔ اور محرم الحرام کی تاریخ میں بھی عید عاشورہ قائم کرتی تھی اس وجہ سے یہ اشکال زیادہ اعتنا کے قابل نہیں۔

عید رمضان

جس طرح بنی اسرائیل کیلئے ان کی رستگاری کی یادگار میں عاشورہ کی عید مقرر ہوئی۔ اس طرح امت مرحومہ کیلئے بھی سال میں دو مرتبہ رحمت، فضل خداوندی کے اداء نیاز کی خاطر عید منانے کا حکم دیا گیا۔ جس میں سے ایک عید الفطر یا عید رمضان ہے۔ یہ امر روز روشن سے بھی زیادہ واضح ہے کہ رمضان کی فضیلت کا تمام دار و مدار اور اسکی تمام اساس قرآن و حدیث رسول پر مبنی ہے ـــــ

رمضان میں قرآن عزیز کا لوح محفوظ سے بیت العزت میں نازل ہونا ہی وہ فضل و رحمت الٰہی ہے جس کی وجہ سے رمضان کو یہ شرف عطا ہوا۔ شھر رمضان الذی انزل فیہ القرآن ھدی للناس وبینات من الھدیٰ والفرقان ۔ (الیٰ آخرہ) وہ قانون الٰہی جس نے تمام عالم کی ظلمت و تاریکی کو فنا کر کے ہدایت و رشد کی روشنی سے اس کو منور کر دیا۔ وہ کتاب ربانی جس کے فیض سے بھٹکے ہوؤں کو راہ ملی اور گمراہوں کو ہدایت حاصل ہوئی ـــــ اور وہ قرآن عزیز جو حق و باطل کیلئے فیصلہ کن اور احکامات الٰہیہ کا آخری پیغام ہے۔ رمضان میں نازل ہوا اور اسکی برکت سے تمام عالم پر فضل خداوندی اور رحمت باری ہو گئی۔ پس جس شخص نے اس فیض سے حصہ پایا کامیاب ہوا اور جو محروم رہا محروم رہا ـــــ

روزہ کی فرضیت اس لئے قرار پائی کہ انسان اس روحانی فیض سے مستفیض ہو کر قرآن عزیز کی دائمی برکتوں سے مالا مال ہو سکے۔ لہٰذا نعمت و فضل کے ادائے شکر میں ختم مہینہ کے بعد اسلام

نے ایک دن خاص دعوت الہٰی کا مقرر کیا اور اس میں سب کو خداوند تعالیٰ کا مہمان خصوصی بنایا اور اس کا نام عید رکھا گیا۔

سعید ہیں وہ روحیں جنہوں نے رمضان کے برکات وانوار کو حاصل کیا۔ عید کی حقیقی و ابدی مسرت سے حصہ پایا اور منوّر ہیں وہ قلوب جنہوں نے ان کے فیض کو اپنی تہ میں جگہ دی۔ اور دائمی سرور و شادمانی سے بہرہ مند ہوئے۔ یہی شادمانی و سرور ہے جو اس خیر کثیر اور رشد و ہدایت کے سرچشمہ کے نزول میں باتباع لتکبروا اللہ علیٰ ماھدٰکم۔ ہماری زبانوں سے اللہ اکبر اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد کہلاتا ہے۔

اتمام قرآن عزیز

خدا کا آخری پیغام اور روحانیت کی یہ بینظیر مشعل ہدایت جس کی بدولت ہم کو دارین کی سعادت نصیب ہوئی تیئس سال تک برابر حصہ حصہ ہو کر نازل ہوتا رہا اور اپنے انوار و تجلیات سے ہر شخص کو اسکی استعداد کے مطابق فیضیاب کرتا رہا۔ آخر وہ مبارک روز بھی آیا جس میں اس چشمہ خیر کثیر کے اتمام و اکمال کی بشارت ہم کو دی گئی۔ اور ۹ر ذی الحجہ یوم عرفہ کو الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی کا فرحت انگیز پیغام عرفات کے میدان مقدس میں سنایا گیا۔ اور قیامت تک کے اس قانون کو مکمل کر کے ہمارے سپرد کیا گیا۔

فاروق اعظمؓ کے زمانہ میں علماء یہود میں سے کسی نے اس آیت کو سن کر کہا اگر ہمارے یہاں یہ آیت نازل ہوتی تو ہم اسکو روز عید شمار کرتے اور خوب خوشیاں مناتے۔ یہ سن کر فاروق اعظمؓ نے ارشاد فرمایا کہ اس روز ہماری دوہری عید تھی اس لئے کہ یہ آیت جمعہ کے روز عرفات میں نازل ہوئی ہے اور جمعہ و عرفہ ہماری عیدیں ہیں۔

بہرحال عید کی حقیقت ایک مسلمان کی نظر میں صرف یہ ہے کہ وہ اس روز خدا کے خالص فضل و انعام کے تشکر و امتنان میں مخمور و مسرور ہوتا ہے اور دربار خداوندی میں مسرت و شادمانی کے ساتھ سر نیاز جھکاتا ہے۔

عید الفطر، عید الاضحیٰ، جمعہ، عرفہ، یہ سب مسلمانوں کی عیدیں ہیں اور ان سب کا خلاصہ وہی ایک حقیقت ہے جو بیان ہو چکی۔ یہی فرق ہے اسلام اور دیگر ملل و ادیان میں کہ اسکی غمی و خوشی، رنج و سرور، حزن و مسرت سب خدائے قدوس ہی کیلئے ہے۔ اور اسکی تمام عیدیں ہزلیات اور خرافات سے پاک اور بری ہیں اور ان کا ہر ہر جزو صرف خدائے قدوس ہی کی یاد سے مملو ہے۔ ☆

[۱۹۲۶ء میں یہ مضمون پہلے حضرت شاہ صاحب کی زندگی میں ایک رسالے میں چھپا تھا۔
منقول از ہفت روزہ استقلال دیوبند ۱۲ر دسمبر ۱۹۳۶ء مطابق ۲۷ر رمضان المبارک ۱۳۵۵ھ]